جواب اشتہار غلام سرور کانپوری

(مسیح موعود علیہ السلام کی علامات کے بارہ میں گفتگو)

از

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہِ الکریم

جواب اشتہار غلام سرور کانپوری

خدا کے لئے اعلیٰ حضرت نبی کریم ﷺ میں کوئی خصوصیت تو باقی رہنے دو

اِتّقُوا اللہ! اِتّقُوا اللہ!! اِتّقُوا اللہ!!!

ای محمدؐ در قیامت چوں بر آری سر ز خاک   سر بر آور دیں قیامت در میان خلق بیّن

کوئی صاحب غلام سرور نامی کانپور سے ایک اشتہار شائع کرتے ہیں جس میں انہوں نے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب میں اور چند دیگر احباب مختلف عربی مدارس کو دیکھنے کے لئے ہندوستان کے مختلف شہروں میں دورہ کرتے ہوئے کانپور بھی گئے تھے تو چند طلباء مدرسہ جامع العلوم نے آکر ہمارے سامنے ایک حدیث پیش کی اور ہماری طرف سے حافظ روشن علی صاحب اس کو حضرت مسیح موعودؑ پر چسپاں نہ کرسکے اس لئے وہ اس معاملہ کو پبلک کی اطلاع کے لئے عام طور سے شائع کرتے ہیں۔ مجھے اس اشتہار کو پڑھ کر نہایت افسوس ہؤا کہ واقعات کے چہرہ پر کیسا سیاہ پردہ ڈالا گیا ہے۔ جو گفتگو مذکورہ بالا اشتہار میں شائع کی گئی ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اور پھر اس مبدل و محرف مکالمہ سے نتائج بھی غلط نکالے گئے ہیں۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ چند طلباء مدرسہ نے آکر ذکر کیا کہ ہم بعض احادیث آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔۔ جس پر ان کو جواب دیا گیا کہ ہم یہاں مباحثہ کے لئے نہیں آئے۔ ہاں اگر آپ ہمارے خیالات دریافت کرنا چاہیں تو بڑی خوشی سے آپ کو ان سے آگاہ کیا جاوے گا۔ جس پر انہوں نے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ محض استفادہ کے طور پر آئے ہیں (جس قول کی سچائی اشتہار دیکھنے والوں پر ظاہر ہوگئی ہوگی) چنانچہ اس وقت کانپور کے

مدرسہ الٰہیات کے پرنسپل جناب مولوی عبد القادر صاحب آزاد سبحانی بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے بھی کہا کہ واقعی اگر آپ لوگ استفادہ کے طور پر آئے ہیں تو بیشک جو دریافت فرمانا ہو ان لوگوں سے دریافت فرماویں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ پیچھے یہ استفادہ بحث کا رنگ پکڑ لے۔ اس پر وہ طالب علم صاحب جو سب کے زعیم معلوم ہوتے تھے ان کے بھی پیچھے پڑ گئے۔ آخر اس بحث کو کوتاہ کرنے کے لئے میں نے حافظ روشن علی صاحب کو مقرر کیا کہ وہ ان صاحبان کے سوالات کا جواب دیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب نے جن کا نام اس اشتہار سے حافظ مولوی محمد یوسف معلوم ہوتا ہے مذکورہ ذیل حدیث پیش کی کہ اس کو مرزا صاحب پر منطبق کریں۔ "عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ یَمْکُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ وَیُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ (مشکوٰۃ: ۴۸۰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) "جس کا مطلب یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عیسیٰؑ ابن مریم اتریں گے اور شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی اور پینتالیس سال رہ کر وفات پائیں گے اور دفن کئے جاویں گے میرے ساتھ میری قبر میں۔ پس کھڑے ہوں گے میں اور عیسیٰؑ ابن مریم ایک ہی قبر سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان۔

اس کا جواب حافظ روشن علی صاحب نے یہ دیا کہ آپ پہلے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ تک ثابت کریں۔ یعنی جیسا کہ حضرت امام بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و امام مالک و امام احمد بن حنبل و غیرہم کبار محدثین" کا قاعدہ ہے کہ وہ جو حدیث بیان کرتے ہیں اس کے ساتھ وہ ساری سند بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے کس سے سنا اور اس نے آگے کس سے سنا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں اسی طرح آپ بھی اس حدیث کی سند بیان کریں کہ یہ کس شخص نے لکھی ہے اور اس نے آگے کس سے سنی تا کہ جو اس حدیث کے راوی ہیں ان پر جرح قدح ہو سکے۔ اور معلوم ہو کہ آیا اس حدیث کے راویوں میں کوئی کمزور راوی غیر معتبر راوی تو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ جس شخص نے پہلے پہل یہ حدیث روایت کی ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے قریباً پانچ سو سال بعد گذرا ہے اس کو یہ حدیث کیونکر معلوم ہوئی۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے وقت موجود نہ تھا۔ آخر کسی سے سنی ہوگی پس جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس سے سنی اور جس سے سنی وہ معتبر تھا یا نہیں ہم اس حدیث کو حدیثِ رسول اللہ ﷺ کیونکر مان لیں اگر

آج کل کوئی شخص اٹھ کر کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں بات یوں فرمائی تھی تو کیا ہمارا فرض ہے کہ بغیر کسی ثبوت کے اس کی بات ہم مان لیں یا تو وہ کسی کتاب کا حوالہ دے کہ میں نے یہ حدیث فلاں کتاب میں پڑھی یا بتائے کہ میں نے یہ حدیث فلاں معتبر آدمی سے سنی اس نے آگے فلاں سے سنی اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ تک پہنچائے۔ اس بات کا جواب حافظ محمد یوسف نے یہ دیا کہ مشکوٰۃ میں موجود ہے (عجیب جواب ہے علماء نے صحاح ستہ تک کی بعض احادیث پر جرح کی ہے اور حافظ صاحب مشکوٰۃ کی ہر ایک حدیث کو حجت قرار دیتے ہیں کہ جس میں نہ صرف صحاح ستہ بلکہ دوسری احادیث کی کتب کے علاوہ صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین تک کے اقوال کو ہر قسم کی کتب سے نقل کیا گیا ہے۔ اور خود مصنف نے احادیث کے تین باب باندھے ہیں۔ اور تیسرے باب کو پہلے دو بابوں سے بہت ادنیٰ درجہ کا قرار دیا ہے۔ اور یہ حدیث جس کے راویوں تک کا پتہ نہیں تیسرے باب کی ہی حدیث ہے۔ اور دوم حدیث کے اماموں کے مقرر کردہ قواعد کے لحاظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی تو ہم پر کب حجت ہو سکتی ہے)

حافظ روشن علی صاحب۔ مشکوٰۃ میں موجود ہونے سے ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے یہاں مشکوٰۃ مسلّم نہیں ہے (جب تک اس کی کوئی حدیث آئمہ محدثین کے مقرر کردہ قواعد کے ماتحت ثابت نہ ہو ہم اس کے ماننے کے پابند نہیں) سند کے ساتھ اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچائیں تا اس کے راویوں پر نگاہ کی جائے کہ کس پائے کے ہیں۔

حافظ محمد یوسف صاحب۔ آپ کے ہاں کیسی حدیث مسلّم ہؤا کرتی ہے۔

حافظ روشن علی صاحب۔ اگر عقائد کے متعلق ہو تو متواتر یا مشہور حدیث اور اگر اعمال کے متعلق ہو تو ایسی احاد حدیث بھی ہم مان لیتے ہیں کہ جو قرآن کریم اور متواتر حدیث کے برخلاف نہ ہو۔

حافظ محمد یوسف صاحب۔ جو حدیث احکام پر مشتمل نہ ہو اس کے متعلق کیا اعتقاد ہے۔

حافظ روشن علی صاحب۔ اگر وہ قرآن اور حدیث متواتر مشہور کے خلاف نہ ہو تو مسلّم ہے

حافظ محمد یوسف صاحب۔ یہ حدیث آپ کو کیوں مسلّم نہیں۔

حافظ روشن علی صاحب۔ اس لئے کہ یہ حدیث نہ متواتر ہے نہ مشہور ہے اور نہ احاد۔ اس کی سند تک موجود نہیں۔

حافظ محمد یوسف صاحب - مشکوٰۃ میں موجود ہے ابن جوزی اس کے راوی ہیں مشکوٰۃ آپ کی جماعت میں مسلّم ہے۔ آپ دفع الوقتی کرتے ہیں۔

(اس کا جواب میں اپنے نوٹ میں پہلے دے چکا ہوں کہ ابن جوزی جو یہ حدیث نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے چار پانچ سو سال بعد ہوئے ہیں۔ اور نہ تو انہوں نے یہ بتایا ہے کہ یہ حدیث انہوں نے کس کتاب میں دیکھی ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ ہم نے کس سے سنی پھر ہم اس حدیث کو کیونکر مان سکتے ہیں علاوہ ازیں ابن جوزی وہ شخص ہے کہ جس نے شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ جیسے پاک اور مقدس انسان پر کچھ فتویٰ دیا ہے اور ایک کتاب تلبیسِ ابلیس لکھ کر اپنی مجوبانہ حالت کا ثبوت دیا ہے۔ جو شخص ایسا غیر محتاط ہو اور ایسے ایسے آئمہ دین کی شان میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرے ہمیں تو اگر وہ سند کے ساتھ بھی کوئی بات بیان کرے تو اس کے ماننے میں ایک حد تک تأمل ہے)

حافظ روشن علی صاحب - ابن جوزی ایک راوی چوتھی پانچویں صدی کا آدمی رسول اللہ ﷺ تک حدیث کو کس طرح پہنچا سکتا ہے۔ مشکوٰۃ ہمارے ہاں مسلّم نہیں۔ آپ کو ہماری جماعت کا علم نہیں۔ اس پر گفتگو ختم ہوگئی۔ اس پر حافظ روشن علی صاحب نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ یہ حدیث ثابت نہیں مگر میں آپ کی خاطر اس کے معنی کر دیتا ہوں حدیث میں لفظ ہے یَنْزِلُ یعنی آئے گا چنانچہ مرزا صاحبؑ بھی آئے ہیں۔ دوسرا لفظ ہے یَتَزَوَّجُ جس کے معنی ہیں نکاح کرے گا۔ مرزا صاحبؑ نے نکاح کیا ہے۔ تیسرا لفظ ہے یُوْلَدُ لَهٗ جس کے معنی ہیں اس کے اولاد ہوگی مرزا صاحبؑ صاحبِ اولاد ہیں۔

حافظ محمد یوسف صاحب - اجی یہ باتیں تو ہر ایک صاحب اولاد پر صادق آتی ہیں۔ مسیح کی خصوصیت کیا ہے امتیازی نشان تو وہی چوتھا ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو جاویں گے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر میں دفن کئے جاویں گے۔

حافظ روشن علی صاحب - اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ مسیح کی خصوصیتیں بیان کر رہے ہیں (کیونکہ اگر خصوصیتیں ہوتیں تو پہلی تین باتیں کیوں بیان فرماتے اگر یہ مانا جائے کہ اس حدیث میں خصوصیتیں بیان ہو رہی ہیں۔ تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا اور نہ کوئی دنیا میں آتا ہے اور نہ اس کا نکاح ہوتا ہے اور نہ اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ان تینوں باتوں میں حضرت مسیحؑ کے علاوہ دوسرے لوگ شامل ہو سکتے

ہیں۔ تو باقی خصوصیتوں کے بھی ایسے معنی ہو سکتے ہیں کہ جن میں حضرت مسیحؑ کے علاوہ دوسرے لوگ شامل ہوں)۔

(اس کے ساتھ ہی حافظ روشن علی صاحب نے فرمایا) کہ اچھا آپ کی بات مان کر ہی کہ قبر میں دفن ہونا ہی حضرت مسیحؑ کی شناخت کا نشان ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ جب تک حضرت مسیحؑ فوت نہ ہوں ان کو کوئی نہ مانے کیونکہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں دفن کئے جاویں گے تب تو ان کی شناخت ہو گی۔ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعودؑ چونکہ رسول اللہ ﷺ کا خادم ہے اور نہایت مقرّب خادم ہے۔ اس لئے اس کو اسی جنت میں جگہ ملے گی جس میں رسول اللہ ﷺ ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ یعنی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتا ہے۔ (جامع العلوم کی طرف سے جو اشتہار دیا گیا ہے اس میں حافظ روشن علی صاحب نے جو حدیث بتائی تھی اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ اس کو غلط کر کے یوں لکھا گیا ہے۔ کہ حافظ صاحب نے فرمایا قَبْرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ۔

حافظ محمد یوسف صاحب ۔ یہ حدیث بالکل غلط ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ کہیں موجود نہیں۔ بلکہ حدیث یوں ہے۔ مَابَیْنَ قَبْرِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ یہ کہہ کر آپ نے بہت بہت کچھ شور مچایا۔ اور کہا کہ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ یعنی جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں کر لے۔

(حالانکہ جو حدیث مولوی محمد یوسف صاحب نے فرمائی وہ اور حدیث تھی اور جو حافظ روشن علی صاحب نے فرمائی وہ اور تھی چنانچہ اس کا ثبوت آگے چل کر دیا جائے گا۔)

حافظ روشن علی صاحب نے ان کے اس غیر مہذبانہ برتاؤ کے جواب میں فرمایا کہ یہ حدیث ہے اور بالکل سچ ہے۔ ہم سفر میں ہیں ہمارے پاس کتابیں نہیں آپ لکھ لیں ہم اس کا پورا پورا حوالہ لکھ دیں گے انشاء اللہ العزیز۔

اس کے بعد جماعت طلباء اپنی خیالی فتح کا اظہار کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ اب ان باتوں سے ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ فتح کس کی تھی۔ ہمیں فتح و شکست سے کچھ غرض نہیں۔ حق بتانا ہمارا کام ہے۔ اور ہماری خواہش ہے اگر طلباء جامع العلوم یا ان کے استادوں کو فتح کے نام سے کچھ حاصل ہوتا ہے تو وہ بیشک ڈنکے بجائیں۔ ہمیں تو وہ شکست جس میں راستی کو ملحوظ رکھا گیا ہو اس فتح سے بدرجہا پیاری ہے جس میں واقعات پر پردہ ڈالا گیا ہو۔ یہ تو ہم ثابت کر ہی چکے ہیں کہ یہ حدیث

قطعاً رسول اللہ ﷺ تک ثابت نہیں اور اس کے راویوں کے نام تک بھی معلوم نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پانچ سو سال بعد ایک شخص یہ حدیث بیان کرتا ہے۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح حدیثوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (کتاب الفضائل جلد دوم) ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں ہی اولاد آدم کا سردار قیامت کے روز ہوں اور میں ہی ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں۔ اور میں ہی ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جاوے گی۔

اس حدیث میں صریح معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کو دیگر انبیاءؑ و اولیاء پر جو فضیلتیں دی گئی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ آپؐ کی قبر سب سے پہلے کھلے گی۔ اگر حضرت عیسیٰؑ آپؐ کی قبر میں دفن ہوں گے تو پھر تو وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ میری قبر پہلے کھلی۔

وہ قبر تو پھر حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیحؑ میں مشترک ہو گئی۔ اس لئے پہلے کھلنے سے رسول اللہ ﷺ کی تو کچھ شان ثابت نہیں ہوتی۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ قبر بوجہ مسیح کے کھولی جائے گی۔ اور اگر اس فضیلت میں کسی کو آپؐ کے ساتھ شامل کر دیا گیا تو جائز ہو گا کہ دوسری خصوصیات میں بھی دوسرے لوگ آپؐ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور آپؐ کے ساتھ اور انبیاءؑ کو بھی شفاعت کی اجازت مل جائے اور وہ بنی آدم کے سردار کا لقب پائیں۔ افسوس! کہ اب اسلام کی حقیقت یہ باقی رہ گئی ہے۔ کہ ایسے بھی مسلمان ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی کوئی خصوصیت پسند نہیں کرتے۔ آپؐ خاتم النبیّن تھے لیکن ان مسلمانوں نے کہا کہ ہم آپؐ کو خاتم النبیّن بننے نہ دیں گے۔ اور حضرت مسیحؑ کو انیس سو برس کے بعد آسمان سے کھینچ بلایا اب جو آخر میں آئے گا وہ خاتم النبیّن ہو گا یا جو پہلے آیا تھا وہ خاتم النبیّن ہو گا؟ کاش وہ خیال کرتے کہ اس طرح رسول اللہؐ کی خصوصیت ختم نبوت کا تو خاتمہ ہو جاتا ہے!! اور خاتم النبیّن تو حضرت مسیحؑ بن جاتے ہیں جن کے بعد اور کوئی نبی نہ ہو گا جو آدمی خدا تک پہنچے گا ان کے فیض سے پہنچے گا پھر رسول اللہؐ کی خصوصیت تھی کہ آپؐ کے ہاتھ پر لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کی پیشگوئی پوری ہو گی۔ وہ بھی انہوں نے مسیحؑ ناصری کے ذمے لگا دی کہ اس کے زمانہ میں اسلام دنیا میں کلی طور پر پھیلے گا اگر یہ کام رسول اللہ ﷺ کا کوئی خادم کرتا تب تو رسول اللہ ﷺ کا کام سمجھا جاتا۔ حضرت مسیحؑ کا

کام آپؐ کا کام کیونکر سمجھا جا سکتا ہے جو کہ بنی اسرائیل کے نبی ہیں ان کا کام تو یا ان کی طرف منسوب ہو گا یا حضرت موسیٰؑ کی طرف۔ اب ایک خصوصیت آپؐ کی قبر کی تھی وہ بھی یہ برداشت نہیں کر سکے اور لا کر مسیحؑ کو بھی آپؐ کی قبر میں داخل کر دیا تا کہ جب سب سے پہلے رسول کریم ﷺ کی قبر کھلے تو مسیح بھی اس فضیلت میں شامل ہوں۔ کاش عام مسلمان ہی غور کرتے کہ ان کے علماء ان کو کس راہ پر چلا رہے ہیں۔ غرض یہ حدیث صریح طور سے اس حدیث کو رد کرتی ہے جو مولوی محمد یوسف صاحب نے پیش کی تھی۔ اور اول تو وہ حدیث ثابت ہی نہیں ابن جوزی کا قول ہے جس کا وہ حال ہے کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ پر فتویٰ دیا اور مخالفت کی اور اگر بہ فرض محال اسے حدیث کا درجہ دے بھی دیں تو اس کے وہ معنی نہیں ہو سکتے جو مولوی صاحب نے کئے ہیں۔ کیونکہ اس طرح مسلم کی صحیح حدیث کا رد ہوتا ہے علاوہ ازیں کون مسلمان برداشت کر سکتا ہے کہ رسول اللہؐ کی قبر کھودی جائے یہ بات تو انسان اپنے دشمن کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ قبر کھودنا تو مردہ کو اذیت دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو قبر پر کھڑے ہونے اور اس پر تکیہ لگانے تک سے منع فرمایا ہے کہ مردہ کو اذیت ہوتی ہے۔ پھر مسلمان کیونکر برداشت کرتے ہیں کہ مسیح کی خاطر آپؐ کی قبر کھودی جاوے گی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ للہ اس پر غور کرو! اور نبی کریم ﷺ سید ولد آدم کی قبر کی اتنی توہین نہ کرو!

اب ہم اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں جس کا ذکر حافظ روشن علی صاحب نے بوقت مباحثہ کیا تھا اور جس پر مولوی محمد یوسف صاحب نے شور مچایا تھا۔ کہ یہ حدیث ہی نہیں دیکھو کتاب بشریٰ لکئیب بلقاء الحبیب امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مصر صفحہ نمبر ۵۱، ۵۷۔ اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ وَ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ۔ یعنی بیہقی نے اور ابن ابی الدنیا دونوں نے حضرت ابن عمر سے اپنی کتابوں میں روایت کی تھی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قبر جنت کے چمنوں میں سے ایک چمن ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اب اس حدیث سے قبر کے معنی جنت کے چمن بھی ہو گئے۔ پس خود رسول اللہ ﷺ کے قول سے ابن جوزی کی حدیث کے معنی ہو گئے کہ حضرت مسیح موعودؑ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنت میں داخل کئے جاویں گے۔ کیونکہ خادم آقا کے ساتھ اکٹھا ہی رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ابن مندہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی تھی کہ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

اَلْمُؤْمِنُ فِیْ قَبْرِہٖ فِیْ رَوْضَۃِ الْخَضْرَآءِ وَلَیُرَحَّبُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا وَّیُنَوَّرُ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ کَلَیْلَۃِ الْبَدْرِ. یعنی حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا رسول اللہؐ سے کہ آپؐ نے فرمایا مؤمن اپنی قبر میں ایک سبز چمن میں ہوتا ہے اور اس کی قبر اس کے لئے ستر ہاتھ چوڑی کی جاتی ہے اور اس کی قبر چودھویں رات کی طرح روشن کی جاتی ہے اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ جنت کی کسی جگہ کا نام ہے یا جنت سے پہلے کوئی اور مقام ہے جہاں مؤمن کو رکھا جاتا ہے۔ اور ہر طرح کی کشائش وہاں ہوتی ہے۔ ورنہ اگر اس قبر کے معنی کئے جاویں تو آج تک اتفاقی طور پر بہت سی قبریں کھدی ہیں کہیں قبر میں باغ نظر نہیں آیا۔ اور نہ قبر ستر ہاتھ چوڑی لمبی معلوم ہوئی ہے۔ اگر یوں ہو تو قبرستانوں کے لئے جگہ ہی نہ ملے۔ اس حدیث کے یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ قبر وہ مقام ہے جہاں کہ وفات کے بعد مؤمن کو رکھا جاتا ہے۔ اور وہ مکان ستر گز چھوڑ کر اگر ستر ہزار گز بھی ہو تب بھی اس کے ماننے میں نہ کسی حدیث کا خلاف ہوتا ہے اور نہ مشاہدہ اس کا انکار کر سکتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ مِنْ نُّطْفَۃٍ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ مطلب "انسان ہلاک ہو کس چیز نے اس کو کفر کی تعلیم دی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ پھر اس کے لئے ہر قسم کے اندازے مقرر کئے۔ پھر ہدایت کے راستے میں سہولتیں پیدا کیں۔ پھر اسے مارا اور قبر میں دفن کیا پھر جب چاہے گا اٹھائے گا"۔ (عبس: ۱۸-۲۳)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر سے کیا مراد تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قبر میں ہم داخل کرتے ہیں معلوم ہؤا کہ قبر سے یہی مٹی کی قبر مراد نہیں ہوتی جس میں انسان کے عزیز و رشتہ دار داخل کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے کوئی ایسا مقام بھی مراد ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ خود اپنے خاص اذن سے داخل کرتا ہے پس خلاصہ جواب یہ ہے کہ غلام سرور صاحب کے اشتہار میں اظہار امر واقعہ میں صریح تحریف کی گئی ہے اور جو حدیث مولوی محمد یوسف نے پیش کی تھی وہ قطعاً علم حدیث کی رو سے ثابت نہیں ہے اور اگر بہ فرض اس کو مان بھی لیں تو اس کے جو معنی وہ کرتے ہیں۔ اس میں نہ صرف رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے بلکہ جس کو کوئی غیور مسلمان برداشت نہیں کر سکتا بلکہ وہ مسلم کی صحیح حدیث کے خلاف ہے اور یہ کہ بعض دیگر حدیثوں سے اس حدیث کے معنی

صاف ہو جاتے ہیں اور کوئی اشکال نہیں رہتا جیسا کہ درج کیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب کانپور جو ایک دفعہ کمال بے تعصبی کا نمونہ دکھا چکے ہیں اس پر غور کر کے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور وہی پہلو اختیار کریں گے جس میں رسول اللہ ﷺ کی عزت قائم ہوتی ہو۔ اور آپؐ کی اتباع اختیار کر کے آپؐ کے خادم اور خدا کے مأمور مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیانی کی اتباع اختیار کریں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی عزت اسی میں ہے کہ آپؐ کے خدام سے وہ لوگ پیدا ہوں جو مسیحائی کا درجہ پائیں۔

عجب نوریست درجان محمدؐ ، عجب لعلیست درکان محمدؐ
دگر استاد را نامے نہ دانم کہ خواندم در دبستان محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم کہ ہستم کُشتۂ آن محمدؐ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی
خاکسار مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیان

(محررہ اپریل ۱۹۱۲ء)